سید نواب صدیق حسن خاں ——— اور خدمتِ حدیث

جناب عبدالرشید عراقی صاحب

(۲)

حضرت والا جاہ کی دینی و علمی مساعی

اب حضرت نواب صاحب کو مکمل سکون نصیب ہوا تو آپ توحید و سنت کی تبلیغ کے لیے ساعی ہوگئے چنانچہ آپ نے علماء کا ایک بورڈ قائم کیا جس میں اُس وقت کے ممتاز علمائے حدیث کو جمع کیا۔ مثلاً مولانا محمد مچھلی شہری[1] (م ۱۳۳۴ھ) مولانا محمد بشیر سہوانی[2] (م ۱۳۲۶ھ)، مولانا

---

[1] مولانا شیخ محمد مچھلی شہری ۱۲۵۲ھ میں پیدا ہوئے۔ علمائے وقت سے تعلیم حاصل کی۔ تکمیلِ تعلیم کے بعد کلکتہ اور اعظم گڑھ میں ملازمت کی۔ مگر زیادہ عرصہ تک ملازمت نہ کرسکے۔ اسی زمانہ میں ۱۲۹۶ھ میں بھوپال کے قاضی القضاۃ مولانا زین العابدین کا انتقال ہوچکا تھا۔ حضرت نواب صاحب موزوں آدمی کے متلاشی تھے کہ اس تردد میں آپ نے حضرت عبداللہ صاحب غزنوی کو خواب میں دیکھا جو ایک شخص کی طرف اشارہ کرکے فرما رہے تھے کہ ان کو قاضی مقرر کردو، ان کا نام محمد ہے۔ بیدار ہوئے تو حلیہ اور نام محفوظ تھے۔ اتفاق سے قاضی صاحب بھوپال پہنچے۔ حضرت نواب سے ملاقات ہوئی — دیکھتے ہی فرمایا: بس یہی صورت ہے۔ نام پوچھا تو وہی پایا، جس کی اطلاع خواب میں ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ کو قاضی القضاۃ مقرر کردیا گیا۔ یہ ۱۵ رجادی الاخریٰ ۱۲۹۷ھ کا واقعہ ہے۔ ۱۳۳۴ھ میں بھوپال ہی میں انتقال کیا۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ۲۵ کے قریب ہے، جو سب کی سب غیر مطبوعہ ہیں۔

(تراجم علمائے حدیث ص ۳۰۸۔ تذکرہ علمائے اعظم گڑھ ص ۱۴۴)

[2] مولانا محمد بشیر سہوانی (م ۱۳۲۶ھ)۔ ۱۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد حکیم محمد بدرالدین سے

بشیر الدین محدث[1] (م ۱۲۷۳ھ) اور مولانا سلامت جے راج پوری[2] (م ۱۳۲۲ھ) وغیرہ۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ)

حاصل کی۔ بعد میں مولانا سید امیر حسن محدث سہوانی (م ۱۲۹۱ھ) اور علمائے فرنگی محل سے تعلیم حاصل کی۔ فقہ و حدیث کی تکمیل حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) سے کی۔ سند و اجازہ حدیث شیخ حسین بن عرب (الیمنی) (م ۱۳۲۷ھ) سے بھی حاصل ہوا۔

۱۳۱۲ھ میں آپ کا مرزا قادیانی سے مشہور تحریری مناظرہ ہوا۔ جس میں آپ نے مرزا قادیانی کے دلائل کا قلع قمع کیا۔ اور یہ تحریری مناظرہ "الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح" کے نام سے طبع ہوا۔

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ میں بہ مقام دہلی انتقال فرمایا۔ (تراجم علمائے حدیث ہند ص ۲۵۰)

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] مولانا بشیر الدین محدث قنوجی (م ۱۲۷۳ھ)

۱۲۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا عبد الحق سے حاصل کی۔ اس کے بعد شاہ عبد الجلیل شہید (م ۱۲۷۳ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے مزید تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد دہلی کا رخ کیا۔ اور شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۵ھ) کے ہم سبق ہو کر حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی (م ۱۲۶۳ھ) سے حدیث کی تکمیل کی۔

تکمیلِ تعلیم کے بعد کچھ مدت آگرہ میں رہے۔ بعد میں قنوج چلے گئے۔ بعد میں حضرت سید نواب خاں نے آپ کو بھوپال بلا لیا۔ (تراجم علمائے حدیث ہند ص ۳۲۹)

[2] مولانا سلامت اللہ جے راج پوری (م ۱۳۲۲ھ)

مولانا سلامت اللہ جے راج پور میں پیدا ہوئے۔ ۲ سال کے تھے کہ سایہ پدری سے محروم ہو گئے۔ ۱۰، ۱۱ سال کی عمر میں جون پور پہنچے اور تعلیم کی ابتدا کی۔ کتب درسیہ کا ابتدائی حصہ مولانا محمد یوسف فرنگی محلی سے پڑھا۔ اس کے بعد مولانا احمد علی محدث سہارن پوری محشی صحیح البخاری (م ۱۲۹۸ھ) اور مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کے حلقہ درس میں شامل ہو کر حدیث کی تکمیل کی۔ اور بعد میں شیخ حسین عرب یمنی (م ۱۳۲۷ھ) سے سند و اجازہ حاصل کی۔ اشاعت و تبلیغ کا کام کیا اور بڑا مرتبہ پایا۔ (تراجم علمائے حدیث ہند ص ۳۸۷)

علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) لکھتے ہیں،

"بھوپال ایک زمانہ تک علمائے حدیث کا مرکز رہا، قنوج سہوان اور اعظم گڈھ کے بہت سے نامور اہل علم اس ادارہ میں کام کر رہے تھے۔ شیخ حسین عرب یمنی ان سب کے سرخیل تھے" [1]

اشاعتِ حدیث اور حفظ حدیث کا اہتمام حضرت نواب صاحب نے قرآن پاک کے حفظ کی طرح حفظِ حدیث کا بھی اہتمام فرمایا۔ اور اس پر ماہانہ مشاہرہ مقرر فرمایا۔ چنانچہ مولوی حکیم عبدالوہاب نابینا دہلوی (م ۱۳۲۸ھ) اور مولانا عبدالتواب غزنویؒ نے اس سعادت میں حصہ لیا۔

اشاعتِ کتبِ حدیث و تفسیر میں حضرت نواب صاحب کا کارنامہ بے مثال ہے۔ آپ نے لاکھوں روپے خرچ کر کے بلادِ عرب سے کتابیں منگوائیں اور علمائے کرام میں مفت تقسیم کیں اور اس کے ساتھ فتح الباری شرح صحیح البخاری، تفسیر ابن کثیر، نیل الاوطار یہ کتابیں بلادعرب سے منگوا کر اور ہندوستان میں طبع کرا کر علمائے کرام اور کتب خانوں کے لیے مفت تقسیم کیں۔

فتح الباری ہندوستان میں حضرت نواب صاحب کے ذریعہ پہنچی۔ اس سے پہلے صرف فتح الباری کا نام علمائے کرام کو یاد تھا۔ کتاب کی شکل سے محروم تھے۔

حضرت نواب صاحب نے ذاتی کتب خانہ میں بہت سے قیمتی نوادرات جمع کیے [2] اور یہ کتب خانہ نواب صاحب مرحوم نے اپنے آخری عہدِ حیات میں اپنے ورثاء میں تقسیم کر دیا تھا، آپ کے چھوٹے صاحبزادے نواب علی حسن خانؒ نے اپنا ترکہ (کتب) ندوۃ العلماء لکھنؤ کو وقف کر دیا۔

تصانیف حضرت نواب صاحب نے عربی، اردو، فارسی میں ۲۲۲ کتابیں تصنیف کی تھیں

---

[1] تراجم علمائے حدیث ہند ص ۳۶

[2] مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی نے ماہنامہ رفیق لاہور میں ۴ قسطوں میں ان کی فہرست شائع کی تھی۔ (عراق)

جو تفسیر، حدیث، عقاید، فقہ، ردِّ تقلید، سیاست، تاریخ و سیر، مناقب، علوم ادب، اخلاق، ردِّ شیعیت اور تصوّف کے مختلف موضوعات سے متعلق ہیں۔

آپ کی تصانیف پر علمائے عرب و عجم نے تقاریظ لکھیں، جن کو سلیم فارس آفندی بن احمد فارس مدیر "الجوائب" نے جمع کر کے "قرۃ الاعیان ومسرۃ الاذہان" کے نام سے شائع کیا۔

(مآثر صدیقی - جلد ۲ ص ۱۳۶)

وفات ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔ اور یکم رجب ۱۳۰۷ھ کو اپنے خاص قبرستان میں مدفون ہوئے۔ (تراجم علمائے حدیث ہند ص ۲۹۷)

اولاد و احفاد دو صاحبزادگان گرامی جناب نواب سید نور الحسن اور سید علی حسن خاں، دونوں آسمانِ علم کے آفتاب و ماہتاب تھے۔

صمصام الملک رضی الدولہ نواب سید نور الحسن خاں حضرت نواب صاحب کے فرزند اکبر تھے۔ تکمیل تعلیم بھوپال میں ہوئی۔ نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ کے انتقال کے بعد ۱۹۰۱ء میں بھوپال سے ترک سکونت کر کے لکھنؤ میں آباد ہو گئے۔ اور لال باغ لکھنؤ میں ایک کوٹھی خرید کر اور اس میں توسیع کر کے سکونت اختیار کر لی۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ "یہ کوٹھی عرصہ تک اہلِ علم و اہلِ کمال کی فرودگاہ رہی۔" (حیات عبدالحی ص ۲۰۳)

نواب علی حسن خاں ۔ صفی الدولہ حسام الملک شمس العلماء نواب سید محمد علی حسن خاں حضرت والا جاہ امیر الملک نواب صدیق حسن خاں کے فرزند اصغر تھے۔ ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء کو بھوپال میں ولادت ہوئی۔ ۵ سال کے تھے کہ مکتب میں بٹھا دیے گئے۔ آپ نے بھوپال کے نامی گرامی اساتذہ سے فارسی اور عربی زبان و ادب اور علومِ دینیہ کی تحصیل کی۔ مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی نے تراجم علمائے حدیث ہند میں آپ کے تمام اساتذہ کی فہرست دی ہے۔ (ص ۳۱۶ — ۳۱۷)

نوجوانی ہی میں اپنے برادر اکبر مولانا سید نور الحسن خاں کی طرح حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی (م ۱۳۱۳ھ) سے بیعت ہو گئے۔ تکمیلِ تعلیم کے بعد ریاست میں معزز تعلیمی عہدوں پر سرفراز رہے اور نواب شاہ جہاں صاحبہ کے انتقال کے بعد ۱۹۰۱ء میں اپنے بھائی نواب نور الحسن خاں کے ساتھ لکھنؤ آکر آباد ہو گئے۔ اور ساتھ ہی علمی و ملی خدمات میں مشغول ہو گئے۔